حسین یادوں کا مرقع

مولانا میاں عصمت شاہ کاکاخیل، فاضل حقانیہ

سال ۱۹۵۶ء میں جب والد صاحب مجھے دارالعلوم حقانیہ میں داخل کرنے کے لیے اپنے ساتھ اکوڑہ خٹک لے گئے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سے ان کی بیٹھک میں ملاقات ہوئی والد صاحب نے جب میرے داخلہ کا مدعا بیان کیا تو حضرت نے بے حد خوشی اور محبت سے جو دعا کی اس دعا کی لذت اب بھی محسوس ہو رہی ہے اس کے بعد حضرت سے اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں اور حضرت اکثر شفقت اور محبت سے نوازتے تھے بلکہ اکثر جمعہ کی رات میں حضرت کے ساتھ کھانا کھایا کرتا تھا حضرت کی شفقت اور محبت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ جب دارالعلوم کے کسی ایک تعمیری حصہ کی بنیاد رکھنے کا وقت ہوا تو حضرت نے ایک چادر جس کو ممبران مدرسہ جس میں حاجی محمد یوسف صاحب، حاجی غلام محمد صاحب اور حاجی رحمان الدین اور حضرت خود اور دیگر حضرات نے پکڑا اور مجھے فرمایا کہ چادر میں ایک پتھر رکھ دو چنانچہ میں نے ایک پتھر چادر میں رکھا پھر ان سب حضرات نے چادر کو بنیاد کے قریب کر کے مجھے حکم دیا کہ چادر سے پتھر اٹھا کر دیوار کی جگہ رکھ دو چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل کی اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ میں چھوٹا اور نابالغ بچہ اور طالب علم تھا اور آخر میں حضرت نے دارالعلوم کے لیے دعا فرمائی حضرت کی محبت کا اندازہ اس سے لگالیں کہ جب بھی حضرت پشاور ڈاکٹر کے پاس آتے تو برادرم مولانا انوارالحق کو کہتے کہ میاں صاحب کے گھر چلو چنانچہ حضرت میرے مکان واقع نشتر آباد تشریف لاتے اور میں حضرت کے ساتھ موٹر میں بیٹھ کر ساتھ چلتا واپسی پر پھر میرے غریب خانہ پر تشریف لے آتے اور اکثر بیاں پر ایک پیالہ چائے پی کر دعا دیکر رخصت ہوتے حضرت کے ارشادات جو انہوں نے خاص خاص موقعوں پر مجھے کئے ہیں اُن سب کو اگر یکجا کیا جائے تو ایک کتاب بن جاتی ہے صرف ایک ارشاد پر اکتفا کرتا ہوں کہ ایک دفعہ حضرت گورنمنٹ ہاسٹل کرہ ۱۱۵ میں مقیم تھے میں حضرت کے پاؤں دبا رہا تھا میں نے حضرت سے استفسار کیا کہ حضرت آجکل فتنوں کا زمانہ ہے اور اعتماد بالکل نہیں رہا اس وقت کسی سے تعلق کا معیار کیا ہونا چاہیئے کن اوصاف کے لوگوں سے رکھنا چاہیئے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میاں صاحب ختم نبوۃ کی وجہ سے پیغمبر تو اس وقت آ نہیں سکتے اولیاء اللہ بھی اکثر نظر نہیں آتے عام لوگوں میں یہ دیکھنا ہے کہ ان میں صفات زیادہ ہیں یا کمزوریاں، اگر صفات زیادہ ہوں اور کمزوریاں کم ہوں تو کمزوریوں کو نظر انداز کرنا چاہیئے اور اچھے لوگوں میں تعلق رکھنا چاہیئے اور اگر کمزوریاں زیادہ ہوں تو پھر السلام علیکم پر اکتفا کیا کریں اور زیادہ تعلق نہ رکھیں حضرت کی محبت کو آج بھی جب میں یاد کرتا ہوں تو دل کو ایک سکون ملتا ہے حضرت کی کرامت کا ایک واقعہ آج بھی مجھے یاد ہے کہ ۱۹۷۵ء میں بھٹو کی حکومت تھی کہ میری زمینوں پر مزارع قابض ہو گئے اور میرے پشاور میں جو مکانات تھے جو کہ کرایہ پر دیئے تھے ان پر کرایہ داروں نے قبضہ کر لیا۔ میری آمدنی جو کہ زمینوں اور مکانات سے تھی بالکل بند ہو گئی کچھ عرصہ تو لوگوں سے قرضہ لے کر گھر کا خرچہ چلاتا رہا اخیر میں لوگوں نے قرضہ دینا بھی بند کر دیا۔ جب بہت پریشان ہوا تو میں اکوڑہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کو سارے حالات بتا دیئے رات کو حضرت ہی کے ساتھ کھانا کھایا اور حضرت کے بیٹھک میں سو گیا تین بجے رات حضرت گھر سے نکلے اور مجھے جگا کر اپنے ساتھ مسجد میں لے گئے میں نے مسجد میں وضو کیا اور آ کر حضرت کے ساتھ بیٹھ گیا حضرت نے فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ لو چنانچہ میں نے دو رکعت نفل پڑھے پھر اذان ہوئی اور سنت پڑھ کر بیٹھا رہا حضرتؒ اپنا وظیفہ کرتے رہے جب جماعت کا وقت ہوا تو حضرت نے جماعت کرائی جماعت کے بعد حضرت نے خصوصی دعا کی اور واپس آ کر بیٹھک میں اکھٹی چائے پی اور چائے پینے کے بعد حضرت سے جب اجازت چاہی تو حضرت نے مبلغ پچاس روپے دیدیئے اور وظیفہ بھی بتایا جب میں واپس ہوا تو دوسرے دن میرا ایک مزارع آیا جس کے ساتھ میرے اٹھارہ ہزار روپے بقایا تھے اور مجھے کہا کہ خدا کے لیے مجھے معاف کر دو اور یہ رقم لے لو۔ اسی طرح تقریباً بیس دن کے اندر اندر میری زمینوں سے آمدنی شروع ہو گئی کرایہ داروں نے بھی کرایہ دینا شروع کر دیا ایک مقدمہ میں ڈی آئی جی سرحد کو برادرم مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ میاں صاحب ہمارا پانچواں بھائی ہے بلکہ حضرت کی محبت میاں صاحب کیساتھ ہم سے زیادہ ہے اگر تم یہ کام نہیں کرتے تو پھر حضرت خود آئیں گے چنانچہ ڈی آئی جی سرحد نے وہ کام کر دیا۔